چائلڈ لیبر اور سیرتِ طیبہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تناظر میں ہماری ذمہ داریاں

پروفیسر ڈاکٹر محمد ارشد
اُستاذ علومِ اسلامیہ، بحریہ کالج کراچی

ABSTRECT

This article relates to "Child Labour and Our Responsibilities"and the tranny and biasedbehaviour with the children. It has been stressed in the article who the Holy Prophet (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) opposed the disparity with children in the light of the Islamic teaching. In Europ and America including muslim countries the tendency of child labour has increased to such and alarming state that the future of poor, helpless and homeless children is in geopardy .In our motherland, out of millions of new born babies, except a few thousands ,innumerable kids are facing numerous economic,social, ethical,medical,judicial and family problems,millions of kids begin a life of slavery even at the age of 5 years and they are bound coercion and oppression. They are badly tortured and oppressed by their own relatives and they strangers who take advantage of their childhood and innocence.Now in Pakistan including Karachi millions of kids are dragging the burden more than their age.Among these millions work in the factories at a negligible salary or serve as labourers on the roads, roundabouts or workshops etc.It is regrettable that on one takes the responsibility to protect the rights of these uneducated,deprived and oppressed children. Who will take the charge to provide them education? The

Government and people both should take the responsibilitiy if we shirk our responsibilities we will face disgruntled generation in near future who will inclined to take revange of cruelty, oppression and deprivation.

اسلام دینِ فطرت ہے جس نے مردوں ،عورتوں اور بزرگوں کے ساتھ ساتھ بچوں کے بھی حقوق عطا فرمائے اور قرآن میں اُن کا تعین فرمایا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"ولا تقتلوا اولادکم خشیۃ املاق ط نحن نرزقھم و ایاکم ان قتلھم کان خطاً کبیراً٥"(۱)

ترجمہ: اور اپنی اولاد کو افلاس کے ڈر سے قتل نہ کرو ہم ان کو بھی رزق دیتے ہیں اور تم کو بھی بے شک ان کا قتل کرنا بہت بڑی خطا ہے۔

جنسی بے راہ روی کی وجہ سے یورپ و امریکہ میں ناجائز بچوں کی تعداد لاکھوں میں ہے نکاح کا تصور ختم ہو چکا ہے، جنسی تسکین کے لئے جنسِ مخالف کے ساتھ ساتھ ہم جنس پرستی کو بھی قانوناً جائز قرار دیا جا چکا ہے ایسے میں اس معاشرے میں عائلی زندگی کا تصور ناپید ہو چکا ہے، لہٰذا نرسنگ ہوم اور اولڈ ہاؤسز نے اہلِ یورپ کی زندگی کو اندر سے کھوکھلا کر کے رکھ دیا ہے تو کفارے کے طور پر امریکہ و یورپ اور ان کے حقوق کی علمبردار اقوامِ متحدہ اور دیگر این جی اوز کا واویلا کرنا اسی سلسلے کی کڑیاں ہیں ،دوسری وجہ مسلم معاشروں میں خود کو زیادہ مُہذب کر کے پیش کرنا بھی ہے۔(۲) دینِ اسلام نے ہمیشہ عدل و انصاف کی بات کی ہے اور اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کو نظامِ عدل کے تحت پیدا کیا ہے لہٰذا ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا میں تمام افراد جسمانی و ذہنی طاقت وصلاحیت کے اعتبار سے ایک جیسے نہیں ہیں ،ان میں بعض اپنی صلاحیتوں اور مختلف وجوہ کی بنیاد پر دوسروں سے آگے نظر آتے ہیں، اسی طرح بعض حقِ معیشت سے محروم یا دوسروں سے کم تر ہیں ۔جن میں یتامیٰ ، بیوائیں، معذورین اور لاوارث بچوں کی اچھی خاصی تعداد مختلف معاشروں میں ملتی ہے، جن میں بعض بیواؤں کا واحد سہارا ان کے کم سن بچے ہوتے ہیں (۳) پیچیدہ حالات و مسائل میں گھرے ایسے غریب گھرانوں کو پیٹ کے ایندھن کے لئے اپنے چھوٹے اور کم سن بچوں کو مزدوری کی غرض سے ظالم امراء و مالکان کے حوالے کرنا پڑتا ہے، لازمی سی بات ہے کہ چائلڈ لیبر کا شکار یہ بچے ظلم و جبر میں پس کر اپنی شناخت کھو بیٹھتے ہیں اور اپنی فطری صلاحیتوں کا بھی کھل کر اظہار نہیں کر پاتے ، یہاں تک کہ تعلیم و تربیت والی عمر محنت مزدوری کر کے ضائع کر بیٹھتے ہیں ظاہر ہے کہ اِ ننھی جانوں پر ظلم سے ہی تعبیر کیا جا سکتا ہے (۴) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''ان خیر من استاجرت القوی الامین'' ترجمہ: بیشک اچھا ملازم وہ ہے جو طاقتور ہونے کے ساتھ ساتھ امین بھی ہو۔ درج بالا قرآنی آیت مبارکہ سے دو باتوں (وجوہات)

کا ثبوت ملتا ہے ا۔قوی ۲۔امین۔پہلی وجہ: چائلڈ لیبر کی صورت میں کسی بچے میں دونوں خوبیوں کا پایا جانا کسی طور بھی ممکن نہیں کیونکہ بچے جسمانی طور پر طاقت کے مالک نہیں ہوتے اور جسمانی طور پر نمو کا مرحلہ ابھی جاری نہیں ہوا ہوتا۔ اس طرح ذہنی و جسمانی افزائش کے زمانے میں بچوں پر معاش کی اضافی ذمہ داریاں ڈالنا ان کے ناتواں جسم کے ساتھ ساتھ ذہنی صلاحیتوں کو بھی نقصان پہنچانے کے مترادف ہے، کیونکہ بچہ ذہنی طور پر بھی ناتجربہ کار، ناپختہ اور کمزور ہوتا ہے اور امین کی صفت سے بھی واقف نہیں ہوتا جو کام بھی اُس کے سپرد کیا جائے گا ممکن ہے وہ اس کی حفاظت نہ کر سکے اور خیانت کا بھی مرتکب ہو جائے اس طرح اجیر اور مستاجر دونوں ہی نقصان اٹھا سکتے ہیں۔

دوسری وجہ: بچے سنِ بلوغت سے پہلے سمجھ بوجھ کے قابل نہیں ہوتے اور نہ ہی معاملہ فہم ہوتے ہیں، لہٰذا وہ کم علمی کی وجہ سے غلطیوں کا ارتکاب کر کے خود اپنے لئے بھی مسائل کھڑے کر سکتے ہیں۔(۵) حبیبِ کبریا ﷺ کا فرمان ہے

"عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال رسول اللہ ﷺ قال اللہ تعالیٰ ثلثیۃ انا خصمھم یوم القیامۃ رجل اعطی بی ثم غدر و رجل باع حراماً فاکل ثمنہ و رجل استاجر اجیراً فاستوفی منہ ولم یعطہ اجرہ"(۶)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ فرماتا ہے تین قسم کے انسان ایسے ہیں کہ جن سے قیامت کے دن میں جھگڑوں گا، ایک جس نے میرے نام کے ساتھ عہد کیا پھر اسے توڑ ڈالا، ایک وہ جس نے آزاد مرد کو فروخت کیا اور اس کی قیمت کھا گیا، ایک وہ جس نے کسی کو مزدوری پر رکھا اس سے پورا کام لیا اور اسے مزدوری نہ دی۔

بین الاقوامی ادارہ محنت (آئی ایل او) نے محنت کش بچوں کے لئے چائلڈ لیبر کی اصطلاح وضع کی ہے جس کے مطابق جب کوئی بچہ کم عمری میں کام کرنا شروع کر دے، جب وہ اپنی استعداد سے بڑھ کر کام کرے اور جب وہ قلیل معاوضے پر بھی کام کے لئے تیار ہو جائے تو اُسے چائلڈ لیبر میں شمار کیا جائے گا(۷) اقوامِ متحدہ کے ادارے یونیسف کی تعریف کے مطابق ۱۸ سال سے کم عمر بچے چائلڈ لیبر کے زمرے میں آتے ہیں(۸) بچوں کی محنت و مزدوری کے حوالے سے وطنِ پاکستان میں عموماً چند ایک شعبہ جات ایسے ہیں جہاں بچوں کو بطورِ خاص کھپایا جاتا ہے، ان میں زراعت، امراء کی غلامی، بھٹہ خشت، سمال انڈسٹری، عمومی گھریلو ملازمین، ٹرانسپورٹ کا شعبہ وغیرہ خاص طور پر اہمیت کے حامل ہیں، جبکہ اغوا کر کے

ان بچوں سے مشقت لینا اور بھیک منگوانا وغیرہ اس کے علاوہ ہیں۔(۹) اب ہم نہایت اختصار سے ان شعبوں پر روشنی ڈالتے ہیں۔

زراعت: دیہاتی علاقوں میں لوگوں کا عمومی انحصار زراعت پر ہوتا ہے لہذا کسانوں اور ہاریوں کے بچے عموماً جاگیرداروں اور وڈیروں کے ہاں مزدوری اور جبری مشقت کرتے نظر آتے ہیں جہاں نہ انہیں پورا حق ملتا ہے نہ عزت۔ چھوٹی صنعتیں: سائنسی ترقی کی بدولت قصبات سے شہروں تک انڈسٹریز کا جال بچھتا جا رہا ہے، لہذا کم سن بچوں کو مالکان کم اجرت پر رکھ کر ان کا استحصال کر رہے ہیں، گوکہ والدین کی آمدنی میں معمولی اضافہ تو ہو جاتا ہے مگر بچے اپنی زندگی کی خوشیاں کھو بیٹھتے ہیں اور حکومتی توجہ نہ ہونے کے سبب مالکان ان بچوں کا استحصال کرتے ہیں۔(۱۰)

گھریلو ملازمین: ان میں عموماً پانچ سات سال کے بچوں سے لیکر چودہ سال تک کے بچے بچیاں امراء کے ہاں ملازم ہوتے ہیں جو گھر کی صفائی، بچوں کی دیکھ بھال اور دیگر بہت سے کام نہایت ہی قلیل معاوضے پر کرتے ہیں اور ان کی ڈیوٹی یہاں ۲۴ گھنٹے برابر جاری رہتی ہے، یہاں انہیں تشدد کے ساتھ ساتھ جنسی طور پر بھی حراساں کیا جاتا ہے۔(۱۱) ایسے واقعات پاکستان سمیت دنیا بھر میں ہوتے رہتے ہیں جیسے کہ پچھلے دنوں کراچی کے ایک ڈاکٹر نے اپنے کم سن ملازم کو تشدد کے بعد فلیٹ کی چھٹی منزل سے نیچے پھینک دیا تھا۔(۱۲)

انفرادی مزدور: یہاں بچے مختلف قسم کے انفرادی کام کرتے نظر آتے ہیں صرف کراچی میں ہی نہیں پورے پاکستان میں لاکھوں بچے اپنی عمر سے بڑی ذمہ داریوں کے بوجھ تلے دبے معاشی جدوجہد میں مصروف ہیں، جن میں کچرا چننا، اخبار، شربت، پھول بیچنا، ہوٹلوں اور موٹر مکینک کی دکانوں پر کام کرنا وغیرہ شامل ہے مگر کوئی یہ جاننے کی کوشش نہیں کرتا کہ ان بچوں یا ان کے والدین کی کونسی مجبوریاں ہیں جنکی وجہ سے یہ معصوم پھول سے بچے بچپن کی مسرت اور بے فکری کو خیر باد کہہ کر معاشی جنگ لڑنے کے لئے سڑکوں پر نکل آتے ہیں۔(۱۳) اسلام نے واضح طور پر قرآن وحدیث اور فقہی کتب کے ذریعے کم سن بچوں کو عمر کے ایک مخصوص حصہ تک نابالغ اور کم عمر ہی تسلیم کیا ہے، فتاویٰ عالمگیری کے مطابق لڑکا تب بالغ ہوتا ہے جب احتلام یا احبال یا انزال ہو اور لڑکی احتلام وحیض وحبل سے بالغ معلوم ہوتی ہے کذافی الختار، اور جس سن تک پہنچنے سے لڑکی اور لڑکے کے بلوغ کا حکم دیا جاتا ہے وہ سن پندرہ سال کا ہے، اور صاحبین کا مذہب بھی یہی ہے...الخ۔(۱۴) اسی طرح مشکوٰۃ شریف کی بھی ایک حدیث مبارکہ سے عمر کا با آسانی تعین ہوجاتا ہے

"عن ابن عمر رضی اللہ عنہ قال عرضت علی رسول اللہ ﷺ عام احد و

انا ابن اربع فرجعني ثم عرضت عليه عام الخندق وانا ابن خمس عشر سنة فاجازني. فقال عمر بن عبد العزيز هذا فرق مابين المقاتله والذره"(۱۵)

ترجمہ: حضرت ابنِ عمرؓ سے روایت ہے کہ مجھے احد کے سال رسول اللہ ﷺ کے سامنے پیش کیا گیا، اس وقت میری عمر چودہ سال تھی، مگر آپ ﷺ مجھے اپنے ساتھ نہ لے کر گئے، پھر غزوۂ خندق کے موقع پر مجھے آپ ﷺ کے سامنے لایا گیا اس وقت میری عمر پندرہ برس تھی، لہذا آپ ﷺ نے مجھے اجازتِ جہاد فرمائی، حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کہتے ہیں کہ یہ عمر لڑنے والوں اور لڑکوں کے درمیان فرق کرنے والی ہے۔

کم سن بچوں کی محنت اور کام کی نوعیت کے اعتبار سے میڈیا پر بے شمار اعداد وشمار ملتے ہیں اسی حوالے سے ۱۹۹۶ کے اعداد وشمار کے مطابق ۲۰ بیلین تقریباً (۲ کروڑ) بچے جبری مشقت کا کام کر رہے ہیں مذکورہ تعداد کا ۲۵ فیصد حصہ افریقہ، ۱۸ فیصد ایشیاء اسی طرح پاکستان میں بھی میلین بچے مختلف کاموں پر مامور ہیں، یہاں تک کہ ملکی قانون میں ۱۴ سال سے کم عمر بچوں سے کام لینے کی ممانعت بھی موجود ہے، تقریباً چار میلین بچے فل ٹائم کام کرتے ہیں اوراس سے بھی زیادہ تعداد جز وقتی کام کرنے والوں کی ہے، اقوامِ متحدہ کے ادارے یونیسف کے مطابق برطانیہ وامریکہ میں سب سے زیادہ بچوں سے مشقت لی جاتی ہے، برطانیہ میں ۳۶ تا ۵۶ فیصد بچے ۱۵ سال کے مزدور ہیں اور ۲۶ فیصد ۱۱ سال کی عمر کے مزدور بچے ہیں، امریکہ میں تو زراعت کے لئے بھی بچوں سے مزدوری کرائی جاتی ہے۔(۱۶) اسی طرح وفاقی ادارہ شماریات کے جاری کردہ اعداد وشمار کے مطابق ۲۰۱۲ء میں ملک میں بچوں کی تعداد چار کروڑ تھی جن میں کام کرنے والے بچوں کی تعداد ۳ کروڑ ۸ لاکھ تھی، اور وہ پانچ سے چودہ برس کی عمر کے تھے، ایک اور سروے کے مطابق محنت کش بچوں کی تعداد میں لڑکوں کا تناسب ۷۳ فیصد جبکہ ۲۷ فیصد لڑکیاں ہیں، ان میں بیش تر کی یومیہ آمدنی صرف ۵۰ روپیہ سے ۱۰۰ روپیہ کے درمیان ہے۔(۱۷) روزنامہ جنگ لکھتا ہے کہ ایک اور سرسری جائزے کے مطابق صرف شہر کراچی میں ۵ لاکھ سے زائد محنت کش بچے ہیں جو مختلف پیشوں سے وابستہ ہیں، تاہم اس تعداد میں وہ بچے شامل نہیں جو اپنے باپ، سرپرست اور رشتہ داروں کے روزگار میں ان کا ہاتھ بٹاتے ہیں۔(۱۸)

اقوامِ متحدہ کے ماتحت ۱۹۴۶ء کو بچوں کی حالت زار سدھارنے کے لئے قائم ہونے والے مخصوص ادارے یونیسف کے زیرِ اہتمام بچوں کے عالمی کنونشن کی سفارشات کی اہم مندرجات کا خلاصہ

ذیل میں پیش کیا جا رہا ہے۔

انسانی حقوق کے عالمی کنونشن میں اقوام متحدہ نے اعلان کے ذریعے زمانہ طفولیت کو خاص احتیاط اور تعاون کا نام دیا ہے۔

☆: خاندان کے تمام افراد کو قدرتی ماحول کی ضرورت ہے، خاص طور پر بچوں کو ضروری تحفظ حاصل ہونا چاہیے۔

☆: یہ بات تسلیم کی گئی ہے کہ بچے کو اپنی شخصیت کی مکمل اور بے ضرر ترقی کے لئے خاندان کی خوشیوں بھرے ماحول میں پروان چڑھنا چاہیے۔

☆: اس بات کو تسلیم کیا گیا ہے کہ جہاں بچے مشکل حالات میں زندگی بسر کر رہے ہوں ان پر خاص توجہ کی ضرورت ہے۔

☆: ہر ملک بطورِ خاص ترقی پذیر ممالک بچوں کی موجودہ حالت کو بہتر بنانے کی اہمیت کو تسلیم کرے گا۔(۱۹)

مگر افسوس! ایسا لگتا ہے کہ ہمارے ملک میں ڈاکو راج کو بھی باقاعدہ صنعت کا درجہ ملنے والا ہے، سندھ میں ڈاکوؤں کی سرگرمیاں، اغوا کی وارداتیں عروج پر ہیں جہاں (سندھ کے مسلم مکینوں کے ساتھ ساتھ) غیر مسلم خاندان بھی غیر اعلانیہ اور مستقل نقل مکانی کی حالت میں ہیں، جہاں ان کے شیر خوار بچوں تک کو اغوا کیا جاتا ہے، ایک ہفتہ کے دوران لاڑکانہ ڈویژن کے شہر وارہ سے چار بچے تاوان کی غرض سے اغوا ہو کر ڈاکوؤں کے چنگل میں چلے گئے(۲۰) کم وبیش اسی طرح کی صورتحال سندھ کے دیگر اضلاع میں بھی پائی جاتی ہے۔بچوں کے ساتھ ظلم وستم کی انتہا تو یہ ہے کہ بعض اوقات والدین بھی غربت کے ہاتھوں تنگ آ کر اپنی اولاد کو قتل کر دیتے ہیں، حال ہی میں لاہور میں ایک خاتون نے غربت سے تنگ آ کر اپنے دو کم سن بچوں کو قتل کر دیا(۲۱) سندھ کے علاقے تھر میں پچھلے چھ ماہ سے زائد عرصہ سے بھوک افلاس اور بیماریوں نے ڈیرے ڈالے ہوئے تھے مگر حکمرانوں نے اس طرف توجہ نہ دی جس نے بالآخر درجنوں بچوں کی جان لے لی اور جب میڈیا نے آئے دن زور وشور سے تھر کا دکھڑا رویا تب کہیں جا کر حکمرانوں کے ایوانوں تک آواز پہنچی، روزنامہ اسلام کراچی کی رپورٹ کے مطابق گذشتہ چار ماہ کے دوران بھوک ،نمونیہ اور دیگر مسائل کی وجہ سے ۶۹ بچوں کی اموات ہوئیں جبکہ درجنوں بچے اسپتال میں زیرِ علاج ہیں، اور زندگی وموت کی کشمکش میں ہیں، وفاقی حکومت کی ہدایت پر پاک آرمی نے بھی ریلیف آپریشن شروع کر دیا ہے۔(۲۲) اخبارات کی سرخیوں سے پتہ چلا ہے کہ صوبہ پنجاب، خیبر پختونخواہ، وفاقی حکومت کے ساتھ ساتھ سعودی حکومت بھی اس سلسلے میں انسانی ہمدردی اور جذبۂ خیر سگالی کے طور پر سندھ حکومت کے

ساتھ بھر پور تعاون کر رہی ہے تا کہ بچوں کی اموات جس طرح سے بھی ممکن ہو روکا جاسکے۔

۲۰ نومبر ۱۹۸۹ء کو اقوامِ متحدہ کی جنرل اسمبلی نے بچوں کا عالمی معاہدہ منظور کیا اور ۲ ستمبر ۱۹۹۰ء کو اس پر عمل درآمد شروع کیا گیا، اس معاہدے پر ۱۹۰ ممالک نے دستخط کئے، پاکستان نے بھی اس معاہدے پر اس شرط کے ساتھ دستخط کئے کہ اس پر اسلامی قوانین اور اقدار کے مطابق عمل کیا جائے گا، یہ معاہدہ بچوں کو سماجی، سیاسی، معاشی اور ثقافتی حقوق فراہم کرتا ہے، معاہدہ کل ۵۴ دفعات پر مشتمل ہے، جس میں پہلی ۱۳ دفعات حکومت اور اقوامِ متحدہ کے اداروں کا تعین کرتی ہیں جبکہ ۴۱ دفعات بچوں کے حقوق سے متعلق ہیں، یہ چارٹر بچوں کی بقا، تحفظ، فیصلوں میں شرکت اور تعلیم و ترقی کی ضمانت فراہم کرتا ہے، معاہدے میں زیادہ تر دفعات اسلامی تعلیمات ہی کے عین مطابق ہیں۔(۲۳) ذیل میں ہم جگہ کی تنگی کے سبب ان تمام دفعات کو تفصیلاً تو ذکر نہیں کر سکتے البتہ ان کی تلخیص پیش کرنے کی کوشش کریں گے۔

۱: معاہدے کی رو سے ۱۸ سال سے کم عمر شخص بچہ متصور ہوگا۔ ۲: معاہدے کی پابند مملکتیں بچوں کو دیئے گئے حقوق کی پاسداری کریں گی اور اس بات کو یقینی بنائیں گی کہ ان کے ہاں کہیں بھی بچے کے ساتھ امتیازی سلوک نہ برتا جائے۔ ۳: بچوں کے متعلق فیصلہ کرتے وقت عدالتیں، رضا کار تنظیمیں اور سیاسی کارکن بہترین مفاد کو اولیت دیں گے۔ ۴: معاہدے کی پابند مملکتیں وہ تمام قانونی، انتظامی اور دیگر ضروری اقدامات کریں گی جو بچوں کو حقوق دلوانے میں مددگار ہوں۔ ۵: بچوں کو حقوق دلوانے کے لئے معاہدے میں شریک تمام ممالک، والدین اور خاندان وغیرہ حقوق و فرائض کا احترام کریں گے۔ ۶: معاہدے کی پابند مملکتیں یہ حقیقت تسلیم کریں کہ جہاں تک ممکن ہوسکا بچے کی بقا اور بہتر نشوونما کو یقینی بنایا جائے گا۔ ۷: بچے کے پیدا ہوتے ہی حکومت کے پاس اندراج ہونا چاہیے، نیز اسے کوئی نام اور شہریت بھی دیجائے۔

۸: مملکتیں اس بات کی ذمہ دار ہیں کہ وہ بچوں کی شناخت کے حقوق کی حفاظت کریں گی۔ ۹: مملکتیں اس بات کو یقینی بنائیں کہ بچے کو اس کی مرضی کے خلاف والدین سے جدا نہ کیا جائے، بشرطیکہ والدین کی علیحدگی کی صورت میں ایسا کرنا بچے کے مفاد میں ہو۔ ۱۰: اگر والدین اور بچہ الگ الگ ممالک میں رہتے ہوں اور ملنا چاہتے ہوں تو مملکت اس حوالے سے اقدامات کرے گی۔ ۱۱: ہر مملکت کی ذمہ داری ہوگی کہ وہ بچوں کے اغوا یا زبردستی دوسرے ملکوں میں لے جانے یا رکھنے کی کوشش کو ناکام بنائیں، اور اس حوالے سے دوسرے ملکوں سے معاہدے کر کے اغوا ہونے والے بچوں کو واپس لائیں۔ ۱۲: بچے اپنے معاملات میں کوئی بھی رائے رکھنے میں آزاد ہونگے۔ ۱۳: بچوں کو آزادی رائے کا حق حاصل ہوگا۔ ۱۴: قانونی دائرے میں رہتے ہوئے بچوں کو اپنی سوچ اور ضمیر کے مطابق کوئی بھی عمل کرنے کی

اجازت ہوگی۔

۱۵: بچوں کو دوسروں سے ملنے کسی تنظیم میں شامل ہونے یا خود کوئی تنظیم بنانے کا حق حاصل ہوگا۔ ۱۶: بچے کی ذاتی زندگی، اس کے والدین یا اس کے خط وکتابت میں مداخلت نہ کی جائے گی۔ ۱۷: یہ بات یقینی بنائی جائے گی کہ ہر بچے کو ابلاغِ عامہ اور دیگر معلومات تک رسائی حاصل ہوگی۔ ۱۸: والدین اور سرپرستوں کو ذمہ دار ٹھہرایا جائے کہ وہ بچوں کی پرورش کے حوالے سے اپنی بہترین صلاحیتیں استعمال کریں گے، اور مملکت اس حوالے سے ان کے ساتھ ہر ممکن تعاون کرے گی۔ ۱۹: تمام ممالک معاہدے کی رُو سے بچے کے لئے مناسب انتظامی معاشرتی اور تعلیمی اقدامات کریں گے اور کسی بھی بچے پر دباؤ یا تشدد نہیں کیا جائے گا۔ ۲۰: ہر وہ بچہ جو خاندانی ماحول سے محروم رکھا گیا ہو، بشرطیکہ وہ اس کے اپنے مفاد میں ہو ،حکومت کا فرض ہے کہ وہ اس کا خصوصی خیال رکھے۔ ۲۱: جہاں بچوں کو گود لینے کا رواج ہو وہاں ایسا اس وقت کیا جائے جب یہ سب کچھ کرنا بچے کے مفاد میں ہو، اس حوالے سے عدالتی اجازت بھی لیجائے۔ ۲۲: بچہ اگر ملکی یا غیر ملکی قوانین کے تحت پناہ حاصل کرنا چاہے تو انسانی ہمدردی کی بنیاد پر اسے پناہ دی جائے۔ ۲۳: ذہنی اور جسمانی بچوں کو زندگی گزارنے کا پورا حق دیا جائے، اور ان کی ضروریات بلا معاوضہ پوری کی جائیں۔ ۲۴: تمام ممالک بچوں کے علاج و معالجے کی سہولتیں بلند معیار کے ساتھ بہم پہنچائے اور اس حوالے سے کوئی محروم نہ رہے، نوزائدہ بچوں اور زچہ و بچہ کی بیماریوں اور طبی امداد کے لیے حکومت مناسب اقدامات کرے۔ ۲۵: جو ادارے بچوں کی دیکھ بھال کر رہے ہیں ان کا باقاعدگی سے جائزہ لیا جائے۔ ۲۶: تمام بچوں کو ان کے ملکی قوانین کے تحت سماجی تحفظ (بیمہ) حاصل کرنے کا حق حاصل ہو۔ ۲۷: بچوں کو معیاری زندگی گزارے کا حق حاصل ہونا چاہیے اس حوالے سے والدین اور سرپرستوں کے لیے لازم ہے کہ وہ اپنی حیثیت کے مطابق بچوں کی نشوونما کے لیے ضروری اقدامات کریں۔ ۲۸: تعلیم کا حصول ہر بچے کا بنیادی حق ہے لہذا ابتدائی تعلیم کو مفت اور ضروری قرار دیا جائے۔ ۲۹: تمام ممالک کا بین الاقوامی تعاون کے ذریعے تعلیم کے فروغ اور ناخواندگی و جہالت کے خاتمے کے لیے اقدامات کرنا، ترقی پذیر ممالک کو تیکنیکی مہارتیں فراہم کرنا۔ ۳۰: ایسے ممالک جہاں مختلف نسلی مذہبی یا لسانی اقلیتیں آباد ہوں وہاں بچوں کو ان کی ثقافت، مذہب کی ترویج اور حقِ زبان سے محروم نہ رکھا جائے۔ ۳۱: تمام ممالک یہ تسلیم کرتے ہیں کہ بچوں کو کھیل وتفریح اور عمر کی مناسبت سے ثقافتی زندگی اور ادبی معاملات میں شرکت کا موقع دیا جائے۔ ۳۲: تمام ممالک یہ تسلیم کرتے ہیں کہ بچوں کو مالی استحصال سے تحفظ دیا جائے، اور انہیں کوئی ایسا کام نہ دیا جائے جو اُن کی شخصی آزادی میں رکاوٹ کا سبب بنے۔ (یہ شق بچوں کی ملازمت، عمر کے تعین اور اوقاتِ کار سے متعلق ہے) ۳۳: تمام ممالک اقدامات کے ذریعے بچوں کو منشیات کی ترسیل اور استعمال

سے روکیں۔ ۳۴: تمام ممالک پر ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ بچوں کو جنسی استحصال سے بھی تحفظ دیں مثلاً غیر قانونی جنسی سرگرمیاں کروانا، بچوں کا قحبہ گری، اور جنسی معاملات کے ذریعے استحصال، اور بچوں کی عریاں تصویریں بنانا وغیرہ۔ ۳۵: تمام ممالک آپس میں اقدامات کر کے بچوں کے اغوا اور غیر قانونی اسمگلنگ کو روکیں۔ ۳۶: بچوں کی فلاح کو ہر قسم کے استحصالی تعصب سے پاک قرار دیا جائے۔ ۳۷: تمام ممالک اس امر کو یقینی بنائیں کہ کسی بچے کو ظالمانہ تشدد یا غیر انسانی سلوک کا نشانہ نہیں بنایا جائے گا۔ ۱۸ سال سے کم عمر بچے کو کوئی بڑی سزا سزائے موت یا عمر قید نہیں دی جا سکے گی، نیز قیدی بچوں کو بھی قانونی امداد فراہم کی جائے گی۔ ۳۸: تمام ممالک مسلح جھگڑوں میں بچوں کو شامل نہیں کریں گے، ۱۵ سال سے کم عمر بچے براہِ راست جنگ میں حصہ نہیں لے سکیں گے، نہ انہیں فوج میں بھرتی کیا جائے گا۔ ۳۹: تمام ممالک بچوں کی جسمانی ونفسیاتی بحالی اور سماجی سالمیت کے لیے اقدامات کریں گے۔ ۴۰: معاہدے میں شریک تمام ممالک بچوں کے اس حق کو تسلیم کرتے ہیں کہ اگر بچوں سے کوئی جرم سرزد ہو جائے تو ان کے ساتھ اُن کی عمر کے مطابق چارہ جوئی کیجائے۔ ۴۱: یہ معاہدہ کسی بھی دوسرے معاہدے یا ملکی قوانین جو بچوں کے حقوق کی بہتر طریقے سے پاسداری کر رہے ہوں اُس پر اثر انداز نہیں ہوگا۔ (۲۴)

چائلڈ لیبر اور پاکستانی قوانین کا سرسری تعارف، پاکستان کے ایسے قوانین جن میں ضمناً یا صراحتاً چائلڈ لیبر کا تذکرہ ملتا ہے۔

کانوں سے متعلق ایکٹ ۱۹۲۳

کارخانہ جات ایکٹ ۱۹۴۳

بچوں کی ملازمت کا ایکٹ ۱۹۳۸ (۱۹۹۱ء کے قانون کی وجہ سے اب یہ منسوخ ہو چکا ہے)

دکانات اور ادارہ جات کا قانون ۱۹۶۹

بچوں کی ملازمت کا قانون ۱۹۹۱

۱۹۹۱ء کے قانون میں بچوں کے حقوق کا مختصر خلاصہ:

اس میں بچے کی زیادہ سے زیادہ ۱۴ سال عمر رکھی گئی ہے، اگر کوئی بچہ ۱۴ سال سے زائد مگر ۱۸ سال سے کم ہوگا تو اسے (Adolescent) میں شمار کیا جائے گا۔ وفاقی حکومت کو سفارش کی گئی ہے کہ وہ اقوام متحدہ کے زیرِ اہتمام بچوں کے حقوق پر کنونشن کریں اور سفارشات پر عمل کرتے ہوئے بچوں کے حقوق کی کمیٹی بنائیں تاکہ وہ وفاقی حکومت کو عملدرآمدگی کی صورت میں انہیں آگاہ کر سکیں۔

۱۴ سال یا ۱۸ سال سے کم عمر بچوں سے اگر کام لیا جائے گا تو درج ذیل اُمور کو مدِ نظر رکھنا ہوگا۔

ایک بچے سے لگاتار ۳ گھنٹے سے زائد کام نہیں لیا جائے گا۔

کام کی مدت/دورانیہ بشمول ایک گھنٹہ آرام ۷ گھنٹے سے زائد نہیں ہوگا، نیز بچے کو سورج طلوع ہونے سے پہلے اور غروب ہونے کے بعد کام پر نہیں لگایا جا سکتا۔

ایک جگہ کام کرتے ہوئے بچے سے دوسری جگہ کام نہیں لیا جا سکتا۔

ہفتہ وار چھٹی ضروری ہوگی اور اُسے نوٹس بورڈ پر آویزاں کرنا ہوگا۔

آجر کو ایک رجسٹر تیار کرنا ہوگا، جسے معائنہ کے وقت چیک کیا جا سکتا ہے، جس میں درج ذیل کوائف ہونا چاہییں۔

کام کرنے والے بچوں کی تاریخ پیدائش۔کام اور وقفہ کے اوقات کار۔ بچوں سے لیے جانے والے کام کی نوعیت۔ جہاں بچوں سے کام لیا جا رہا ہے وہاں صحت عامہ کے حوالے سے اقدامات کرنا ہوں مثلاً

کام کرنے والی جگہ کا صاف ہونا کچرے کو ٹھکانے لگانے کے اقدامات کرنا۔جگہ کا ہوادار ہونا۔گردوغبار سے بچاؤ روشنی کا معقول انتظام۔

پینے کے صاف پانی کی فراہمی، لیٹرین کا ہونا۔ آنکھوں کا تحفظ۔ استعداد سے بڑھ کر بوجھ نہ ڈالنا۔چلتی ہوئی اور خطرناک مشینری سے انہیں دور رکھنا۔

بچوں کے ممنوع پیشے:

قالین سازی ۔ ماچس اور دھماکہ خیز مواد کی تیاری صابن سازی۔عمارتوں میں استعمال ہونے والا پتھر۔

سلیٹ اور پنسل بنانا۔ ریلوے لائنیں بنانا۔ریلوے اسٹیشن پر کام کرنا۔مسافروں اور ساز و سامان کی ترسیل وغیرہ

چلتی ہوئی گاڑیوں میں چیزیں بیچنا۔ بندرگاہوں پر کام کرنا اور اسی طرح کا دیگر خطرناک کام۔

اگر آجر کی طرف سے اس قسم کے ممنوعہ کام کا ارتکاب ہوا تو کم از کم ۶ ماہ قید سے ۲ سال تک قید کی سزا سنائی جا سکتی ہے۔(۲۵) جبکہ پاکستانی آئین میں اس کی وضاحت وصراحت اس طرح ملتی ہے۔

"No childern blow the age of 14 years shall be engaged in any factory or mine or any other hazardous employment"(26)

۱۴ سال سے کم عمر بچوں کو کسی کارخانے یا دکان یا دیگر پرخطر ملازمت پر نہیں رکھا جائیگا۔(۲۷)

مگر پاکستان میں لا اینڈ آرڈر کی صورتحال ناگفتہ بہ ہونے کی وجہ سے مفاد پرست عناصر بچوں کا استحصال

کرکے اپنی تجوریاں بھرتے ہیں اس وقت باضابطہ صنعتی اداروں کے سوا ایسا کوئی شعبہ نہیں جہاں بچوں سے کام نہ لیا جاتا ہو، جیسے جیسے مہنگائی بڑھ رہی ہے غیر روائتی کاروبار اور تجارتی شعبوں میں بچوں سے کام لینے کا رجحان بھی فروغ پا رہا ہے، صرف کراچی میں بچے بوٹ ہی پالش کرتے نظر نہیں آتے بلکہ اب لاکھوں بچے ہوٹلوں، چائے خانوں، نانبائی کی دکانوں پر کام کر رہے ہیں تو دوسری طرف منی بسوں، چنگ چی رکشوں کی کنڈکٹری کرنے والوں میں بھی نو عمر بچے شامل ہیں، اسی طرح پنکچر لگانے کی دکانوں، موٹر ورکشاپوں، چھاپہ خانوں اور جلد بندی کے کارخانوں میں تو خاص طور پر بچوں ہی کو ملازم رکھا جاتا ہے۔(۲۸) بچوں کے ساتھ ایک ظلم یہ بھی ہے کہ طبقہ اشرافیہ اور حکمراں اپنے فرائض سے غافل ہیں پاکستان پیڈیاٹریکس ایسوسی ایشن کے صدر پروفیسر اقبال میمن قومی غذائی سروے اور پاکستان ڈیموگرافک ہیلتھ سروے کا حوالہ دیتے ہوئے بتاتے ہیں کہ پاکستان میں ۴۵ لاکھ سالانہ بچے پیدا ہوتے ہیں جن میں پانچ سال سے کم عمر کے ۴ لاکھ بچے مختلف امراض کا شکار ہو کر جاں بحق ہو جاتے ہیں، اور ان میں سے ۵۵ فیصد بچے غذائی قلت میں مبتلا ہو کر دم توڑ جاتے ہیں، ۳۲ فیصد عوام غربت سے نیچے زندگی رہ رہے ہیں جس کی وجہ سے وہ اپنے بچوں کو مناسب غذا کھلانے سے قاصر ہیں، صرف سندھ میں ۵۰ فیصد بچے غذائی قلت کا شکار ہیں(۲۹) بھوک اور بیماریوں کے ستائے ہوئے ان بچوں کا مسئلہ یہ نہیں کہ نوعمری میں ہی ان سے بساط سے زیادہ مشقت اور محنت لی جاتی ہے بلکہ اصل المیہ یہ ہے کہ انہیں اس محنت و مشقت کا خاطر خواہ معاوضہ بھی نہیں ملتا، دوسری جانب ان بچوں سے کام لینے والوں کا رویہ بھی بڑی حد تک وحشیانہ اور غیر انسانی ہوتا ہے۔(۳۰) اب تو برادر اسلامی ملک سعودی عرب کی حکومت نے ڈیرھ ارب ڈالر کی خطیر رقم حکومتِ پاکستان کو دی ہے جس کا ملک بھر میں بڑا چرچا ہے اگر حکومت ایک منصوبے کے تحت چائلڈ لیبر اور بچوں کی تعلیم و تربیت کے حوالے سے کوئی مثبت قدم اٹھائے تو مستقبل کے ان معماروں پر بہت بڑا احسان ہوگا۔

پاکستان کے بڑے شہروں میں کئے گئے ایک سروے کے مطابق ۲۶ فیصد گھروں میں کام کرنے والے ملازم بچے بچیاں سخت محنت مزدوری کرتے ہیں جن سے ۴ گھنٹے سے لیکر ۲۴ گھنٹے تک کام لیا جاتا ہے اور معاوضہ انتہائی قلیل، بچے سے مشقت لینے کا اصل محرک ہی یہی ہے کہ وہ کم معاوضے پر بھی زیادہ کام کرتا ہے، شکایت اور احتجاج بھی نہیں کرتا اور مار بھی کھاتا ہے۔(۳۱) افسوس اس معاملے میں ہم تعلیماتِ نبوی ﷺ کو بالکل فراموش کر بیٹھے ہیں، حالانکہ رسولِ اکرم ﷺ کا واضح فرمان ہے ''خادم اور غلام کو اچھی طرح سے کھانا اور لباس دو اور انہیں طاقت سے زیادہ کام کا پابند نہ بناؤ''(۳۲) آپ ﷺ نے بچوں کو کہیں اللہ تعالیٰ کے باغ کے پھول فرمایا اور کہیں انہیں اللہ کے باغ کی تتلیوں سے تشبیہ

دی ہے۔(۳۳)امریکہ میں ۱۹۸۰ء میں ''میک اے وش فاؤنڈیشن انٹرنیشنل'' کا قیام اس وقت عمل میں آیا جب سرطان کے مرض میں مبتلا ۱۱ سالہ کرس کی پولیس مین بننے کی خواہش کی تکمیل کے لیے اسے پولیس یونیفارم پہنائی گئی، اور بیج لگا کر پولیس گاڑی میں بٹھا کر شہر کا دورہ کروایا گیا وہ بچہ جانبر تو نہ ہوسکا البتہ اس کی آخری خواہش ضرور پوری کردی گئی، مختصر یہ کہ اس وقت پاکستان سمیت دنیا بھر کے ۵۵ ممالک میں یہ تنظیم کام کررہی ہے، پاکستان میں اس تنظیم کے سربراہ معروف سماجی رہنما مرزا اشتیاق بیگ ہیں جو پچھلے سات سالوں سے نہایت کامیابی سے اسے چلا رہے ہیں، ان کا عزم یہ ہے کہ یہ ادارہ پاکستان میں ہزاروں بچوں کی خواہشات کی تکمیل کرکے ان کے خواب ضرور پورے کریگا، ان کا مزید کہنا ہے کہ ہم ایسے مریض بچوں کی زندگی میں اضافہ تو نہیں کرسکتے مگر ہم یہ تو کرسکتے ہیں کہ وہ اپنے خواب لئے دُنیا سے رخصت نہ ہو۔(۳۴) بحیثیت انسان اور مسلمان ہمارے اندر اتنا جذبہ تو ضرور ہونا چاہیے کہ ہم پھول جیسے بچوں کے جذبات و احساسات کو سمجھیں اور کبھی ان کے حقوق کی بابت بھی غور کریں۔ سیدنا عمرِ فاروقؓ نے ایک مرتبہ ایک شیر خوار بچے کو ماں کی گود میں روتے دیکھا تو ماں کو تاکید کی کہ اسے بہلائے، کچھ دیر کے بعد دوبارہ وہاں سے گزرے تو بچے کو پھر روتے دیکھا تو اس خاتون پر غصہ ہوئے کہ تو بڑی بے رحم ہے، خاتون نے کہا کہ تمہیں اصل حقیقت کا علم نہیں بلاوجہ مجھے دق کرتے ہو بات دراصل یہ ہے کہ امیر المؤمنین (عمرؓ) نے حکم دیا ہے کہ جب تک بچہ دودھ نہ چھوڑے اس وقت تک اس کا وظیفہ مقرر نہ کیا جائے میں اسی غرض سے اس کا دودھ چھڑوانا چاہتی ہوں، یہ سن کر حضرت عمرؓ پر رقت طاری ہوگئی فرمانے لگے ہائے عمرؓ! تو نے کتنے بچوں کا خون کیا ہوگا، اُسی دن منادی کروادی کہ جس دن بچے پیدا ہوں اسی دن سے اُن کے روزینے مقرر کردیئے جائیں۔(۳۵) یہی نہیں گمنام اور لاوارث بچوں کی کفالت بیت المال کے ذمہ ہوتی تھی، جب کوئی بچہ جس کا باپ نہ ہوتا، یا جس کو کسی راہگزر پر ڈال دیا جاتا تو اُس بچے کو امیر المؤمنین کی خدمت میں پیش کیا جاتا، آپ (خلیفہ) اُس کے لئے سو درہم مقرر کرتے، اور اس کی خوراک اور دوسرے مصارف کے لیے جتنے مال کی ضرورت ہوتی مقرر کرتے، اس کا ولی مہینے کے مہینے اس کا وظیفہ آکر لے جاتا، امیر المؤمنین سال کے سال جا کر اُسے دیکھتے اور اس کے حق میں حسنِ سلوک کی ہدایت فرماتے اور اس کی رضاعت و پرورش کے اخراجات کا حکم فرماتے۔(۳۶) ہمارے وطنِ عزیز کا حال یہ ہے کہ اس میں غربت کے ساتھ ساتھ جہالت اور بے حسی بھی پائی جاتی ہے، انگریزی عدالتی قوانین میں نرمی کیوجہ سے مجرم اوّل تو پکڑے ہی نہیں جاتے اگر پکڑے جائیں تو طاقت ور عناصر ان کی پشت پناہی کرتے ہیں، جس کی وجہ سے فحاشی و عریانیت دن بدن زور پکڑ رہی ہے، ناجائز بچے کوڑے اور کچرے کے ڈھیروں سے مل رہے ہیں، ایک سوچے سمجھے منصوبے تے تحت نوجوان نسل کو بگاڑا جارہا ہے، ایسے میں بعض سماجی تنظیموں اور این جی

اوز کی طرف سے پنگھوڑے اور جھولے جگہ جگہ رکھ دیئے گئے ہیں تاکہ اس قسم کے لوگ اپنی شرمناک حرکتوں کا انجام (ناجائز بچوں کی شکل میں) جھولوں میں ڈال دیں، اس طرح بعض تنظیمیں ان بچوں کو بے اولاد جوڑوں کے حوالے کردیتی ہیں اور میڈیا میں پھر اس کی بڑی تشہیر ہوتی ہے، معروف مذہبی اسکالر مفتی نعیم کہتے ہیں کہ بے اولاد جوڑوں کو نومولود (بچے) دینے کا عمل برا نہیں مگر میڈیا پر جس طرح سے اس کی تشہیر کی جارہی ہے وہ مناسب نہیں، لاوارث بچوں کو پالنے اور تربیت کرنے کے شریعت میں بہت فضائل بیان ہوئے ہیں، مگر مختلف این جی اوز اور مقامی تنظیموں کی جانب سے کھلے عام مخصوص مقامات پر جھولے اور پالنے رکھ کر اور نومولود کو پھینکنے کے بجائے جھولے میں ڈالنے کی اپیل دراصل برائی پھیلانے اور بدکاری کی ترغیب کے مترادف ہے جس کی حوصلہ شکنی ہونی چاہیے، بچوں کو گود لینے اور لے پالک بچوں کی تربیت کرنے والوں کے ساتھ بڑے اجر وثواب کے وعدے ہیں وہیں پر لے پالک بچوں کی تربیت کا مسئلہ بھی انسان کے معاشرتی وعائلی مسائل کا اہم جزو ہے۔(۳۷) اسی لئے اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے

{وما جعل ادعیاء کم ابناء کم ط ذٰلکم قولُکم بأفواھِکُم ط واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل} {ادعو کم لآبائھم ھو اقسط عند اللہ.....}(۳۸)

اگر ایسے بچوں کے والدین معلوم نہ ہوں تو احادیث مبارکہ میں ایسے بچے کے والد کا نام عبداللہ لکھنے کی ہدایت کی گئی ہے۔(۳۹) یہ مقامِ افسوس نہیں تو اور کیا ہے کہ ہمارے ملک میں ان محنت کش بچوں کے حوالے سے درست اعداد وشمار تک دستیاب نہیں، اگرچہ کچھ سماجی تنظیموں نے ان بچوں سے متعلق کچھ بنیادی حقائق اکٹھے کئے تو ہیں لیکن ان کی صداقت (صحت) کے بارے میں یقین سے کچھ نہیں کہا جا سکتا۔(۴۰) اس سلسلے میں حکومتِ پاکستان کو چاہیے کہ وہ لاوارث، مزدور اور اسٹریٹ چائلڈز بچوں کا بالکل نئے سرے سے اپنی نگرانی میں سروے کروائے، اور اس کام کو نہایت دیانت داری سے انجام دینا وقت کی ضرورت ہے، تاکہ صحیح اعداد وشمار سامنے آسکیں، اس کے بعد ان کی عمر اور ذہن کو دیکھتے ہوئے تعلیم، فنی تعلیم اور تربیت کا معقول انتظام کرے۔ بیشمار بچے جیلوں اور زمینداروں کی نجی جیلوں میں قید ہیں، ان بچوں کی بڑی تعداد غلط لوگوں کی صحبت یا کسی مجبوری کی وجہ سے کم سنی میں ہی تربیت نہ ہونے کی وجہ سے مجرمانہ سرگرمیوں میں ملوث ہوجاتے ہیں، بعض بچے اپنی ماں کے کسی جرم کی پاداش میں جیل ہی میں پیدا ہوتے ہیں اور جیل میں ہی زندگی گزار رہے ہوتے ہیں، حکومت اور معاشرے کی خصوصی توجہ کے یہ بچے بھی مستحق ہیں۔(۴۱) ہمارے ملک میں چونکہ جاگیردارانہ نظام کافی طاقت ور ہوچکا ہے لہذا معمولی معمولی باتوں پر زمینداروں کا ہاریوں اور ان کے بچوں کو قید وبند میں رکھنا اب تو معمول بنتا جارہا ہے، کیا یہ

معاشرتی ظلم کی انتہا نہیں ہے کہ ایک زمیندار ان بچوں کو ماں باپ کے ساتھ ان کی آزادی چھینے اور ان کی عزتِ نفس کو مجروح کر کے انہیں تعلیم و تربیت سے بھی محروم کرے، حال ہی میں سندھ کے ایک زمیندار کی نجی جیل سے ۳۵ ہاری پولیس نے بازیاب کروائے جن میں ۱۲ خواتین کے ساتھ ساتھ ۱۰ بچے بھی شامل تھے۔(۴۲) اسی طرح بھٹہ خشت مالکان کام کرنے والے مزدوروں کو پہلے معمولی قرضہ دیتے ہیں پھر ان کی نسلوں کو غلام بنا لیتے ہیں، اس قسم کے مزدوروں کو بندشی مزدور کہا جاتا ہے، جن میں کثیر تعداد بچوں کی ہوتی ہے۔(۴۳)

آئے روز کی دہشت گردی، قبائلی فسادات، لسانی جھگڑے، ٹریفک حادثات، اغوا برائے تاوان، گداگری زلزلہ و سیلاب زدگان اور اس قسم کے دیگر سانحات نے ہمارے معاشرے کے اس کمزور طبقے (بچوں) کو نہایت قابلِ رحم بنا دیا ہے، ان کے حقوق کا عالمی دن منا لینا مسائل کا حل نہیں، خلیفہ ہارون الرشیدؒ کی بیوی ملکہ زبیدہؒ نے اپنے محل میں سینکڑوں یتیم و لاوارث بچوں کی کفالت اپنے ذمہ لے رکھی تھی تو کیا ہمارے حکمرانوں کے لئے یہ بہترین مثال نہیں ہوسکتی، کیا صدرِ پاکستان، وزیر اعظم، گورنرز اور وزرائے اعلیٰ کی بیگمات اس کارِ خیر میں حصہ نہیں لے سکتیں، کیا وہ ہمیشہ رہنے والی نیکی کی طلبگار نہیں !سینکڑوں کنال کی یہ قلعہ نما رہائش گاہیں آخر کس دن کام آئیں گی!اگر ایسے بے سہارا بچوں کی کفالت کا حکومتی سرپرستی میں انتظام ہوجائے تو آنے والی نئی نسل موجودہ نسل سے قابلیت و کارکردگی میں کہیں بہتر ثابت ہوسکتی ہے۔جو والدین معاشی لحاظ سے کمزور ہوں انہیں قومی خزانے سے اتنا تو دیا جائے کہ وہ بچوں سمیت خودکشی کا نہ سوچ سکیں۔اس اعتبار سے حکومتی افسران اور تجار حضرات پر نہایت معمولی نوعیت کا ٹیکس بھی لگایا جاسکتا ہے، اس حوالے سے حکومتی اداروں کی بے حسی تو سمجھ میں آتی ہے مگر ملک کے طول و عرض میں پھیلی ہوئی سماجی تنظیموں اور رفاعی اداروں کی خاموشی سمجھ سے بالاتر ہے۔(۴۴) بچوں پر ظلم و ستم کرنے اور ان کی طاقت سے بڑھ کر ان پر معاشی بوجھ ڈالنے کے ہم من حیث القوم مجرم ہیں، بچوں کی خودداری اور عزتِ نفس کو کچل کر ہم نے ہی انہیں خودغرضی کی راہ پر ڈال دیا ہے، جس سے اپنا بچپن ظلم و استحصال میں گزارنے والے یہ بچے جب پختہ عمر کو پہنچتے ہیں تو ان کی تمام تر اخلاقی قدریں دم توڑ چکی ہوتی ہیں اور ان کے مزاج میں کوئی ایسی حس باقی نہیں بچتی جو معاشرتی طور پر پسندیدہ کہلائی جانے کے قابل ہو ملکی معاشی ابتر صورتحال کے پیشِ نظر اگر چائلڈ لیبر پر فوری پابندی لگانا ممکن نہیں تو کم از کم ایسا تو کیا جاسکتا ہے کہ ان کے لئے وظائف اور ایسے اوقاتِ کار تشکیل دیئے جائیں جس سے یہ کمزور و مظلوم نونہال بھی تعلیم و فنی تعلیم کے زیور سے محروم نہ رہیں، اس طرح ان معصوم بچوں کو انصاف بھی مل جائے گا اور معقول معاوضے کے ساتھ ساتھ قانونی و معاشی تحفظ بھی حاصل ہوجائیگا۔ورنہ مستقبل قریب میں ہمیں ایک ایسی ناراض نسل کا

سامنا کرنا پڑسکتا ہے جو پھر اصولوں، ضابطوں اور اخلاقی اقدار کو خاطر میں نہیں لائے گی اور معاشرے سے اپنی محرومیوں کا بدلہ لینے کے لئے کمربستہ ہو جائے گی (۴۵) اگر خدانخواستہ ایسا ہوگیا تو یہ بہت ہی برا ہوگا، اس شک کا اظہار اس لئے کیا ہے کہ ایسے مظلوم بچے ماں باپ کی شفقت، خاندانی تحفظ اور معاشرتی عدل سے محروم ہونے کی وجہ سے جرائم پیشہ افراد کا آلہء کار بن سکتے ہیں، جو انہیں جرائم اور اپنے دیگر ناپاک اور گھناؤنے عزائم کی تکمیل کے لئے استعمال کر سکتے ہیں۔ جس کا کم سے کم نقصان یہ ہوگا کہ بچہ ہمیشہ کے لئے تعلیم سے محروم رہ جائے گا۔(۴۶)

خلاصہء کلام:

بچے مستقبل کے معمار ہیں، اس حقیقت کے اعتراف کے طور پر دنیا کی مختلف اقوام مختلف اوقات میں مناتی ہیں، پہلی بار عالمی یومِ اطفال ۱۹۵۳ کو بین الاقوامی یونین فار چلڈرن ویلفیئر کے تحت یہ دن منایا گیا، جسے بعد مین اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی نے بھی اپنالیا، پہلی بار جنرل اسمبلی کی جانب سے ۱۹۵۴ کی یہ دن منایا گیا، اب یہ دن ہر سال ۲۰ نومبر کو منایا جاتا ہے۔ یہ دن منانے کا بنیادی مقصد یہی ہے کہ بچوں کے لئے ایسے اقدامات کئے جائیں جو ان کی بہتر نشوونما اور فلاح و بہبود کے لئے ضروری ہوں اور انہیں تعلیم وصحت جیسی بنیادی سہولیات وضروریات کا حق حاصل ہوتا کہ وہ بچے بڑے ہو کر ملک و ملت اور انسانیت کی فلاح کے لئے مؤثر اور بھرپور کردار ادا کرسکیں، ۲۰ نومبر ۲۰۱۴ کو اقوام متحدہ ۶۰ واں یومِ اطفال منائے گی وطنِ عزیز میں بھی حکومت سمیت بہت سی سماجی تنظیمیں اور این جی اوز اس دن بچوں کے حوالے سے مختلف تقریبات کا انعقاد کرتی ہیں مگر ہو سب بے نتیجہ ہو رہی ہیں، اس لئے کہ صرف باتوں سے تو کام نہیں چلتا یہی وجہ ہے کہ عملی طور پر اقدامات نہ ہونے کی وجہ سے یہ تقریریں اور بیانات بے نتیجہ ثابت ہورہے ہیں۔ آج بھی چائلڈ لیبر اور بچوں کے ساتھ غیر مساوی سلوک کے اعتبار سے پاکستان دنیا میں چھٹے نمبر پر ہے، جسے رینکنگ کے اعتبار سے Extreme Category میں رکھا گیا ہے(۴۷) مختلف قسم کے ایام منانا گو کہ ہمارا خاصہ نہیں ہے اس قسم کے ایام کی پاسداری مغرب اور اقوام متحدہ سے ہی درآمد شدہ ہے تاہم اس میں شک نہیں کہ ماضی قریب میں انسانیت کے بہت بڑے علمبردار امریکہ میں سیاہ فام بچوں کے ساتھ کیا سلوک کیا جاتا تھا، صرف امریکہ ہی نہیں مغرب کا کوئی بھی ملک اس قابل نہیں ہے کہ جس کی پارسائی کا تذکرہ بطورِ حوالہ کیا جاسکے، ایک عرصہ تک تو افریقہ و ایشیا کے متعدد ممالک پر فرانس و برطانیہ کا تسلط رہا ہے اور وہاں مغلوب قوموں کے بچوں کے ساتھ کیا کچھ نہیں کیا جاتا رہا اور کس کس طرح سے ان کا استحصال نہیں ہوتا رہا، فلسطین، بوسنیا، جارجیا، افغانستان اور اسی طرح کے کئی دیگر ممالک کے بچوں سے تو ان کا بنیادی حق 'حقِ زندگی' تک چھین لیا گیا۔(۴۸) تعلیم و تربیت تو

دور کی بات تھی، اخبارات کا سرسری جائزہ لینے کے بعد بخوبی یہ اندازہ ہوتا ہے کہ ایشیا خصوصاً وطنِ عزیز میں بچے کس طرح کی زندگی گزار رہے ہیں، غربت سے تنگ والدین کس طرح سے بچوں کو سرِ بازار نیلام کرر ہے ہیں، ایدھی سنٹر اور اسی طرح کے دوسرے یتیم خانے لاوارث بچوں سے بھرے پڑے ہیں، سیلاب زدگان، زلزلہ زدگان کے ساتھ ساتھ اب قحط زدگان کی بھی اصطلاح وجود میں آچکی ہے، حکومت و مخیر حضرات اگر ان کی مناسب نگہداشت اور بحالی پر توجہ فرمائیں تو بہت جلد اچھی تبدیلی دیکھنے کو مل سکتی ہے، اور نادار بچوں کی حقیقی فلاح ممکن ہوسکتی ہے۔

چائلڈ لیبر کے حوالے سے ہمیں یہ بھی عہد کرنا چاہیے کہ ہم کسی مصلحت کے ہاتھوں مجبور ہوئے بغیر بچوں کو اُن کے جائز بنیادی حقوق دیں گے، اور اس حوالے سے کسی کوتاہی کے مرتکب نہیں ہوں گے۔اسی طرح ان اسباب وعوامل تک پہنچنے کی بھی کوشش کریں گے جن کی وجہ سے بچوں کی شخصیت، خودداری، اور تعلیم وتربیت کا عمل متاثر ہوتا ہے، اور بچے اپنے ہی جیسے انسانوں کے ہاتھوں تماشا بن کر اپنے جائز حقوق سے متاثر رہتے ہیں، اور قوم کے معماروں کو مفادات کی بھینٹ چڑھادیا جاتا ہے۔حضراتِ محترم! اپنے بچے تو جانور بھی پال لیتے ہیں مزہ تو تب ہے جب ہم قوم کے لاوارث اور اسٹریٹ چائلڈز کو پال پوس کر دکھائیں اور اُنہیں مُفید شہری بنائیں، لیکن ہمارا حال تو یہ ہے کہ اپنا بچہ روئے تو دل میں درد ہوتا ہے اور جب غیر کا بچہ روئے تو سر میں درد ہوتا ہے(۴۹) کچھ ایسی ہی کیفیت کے متعلق حکیم الامت علامہ اقبالؒ نے بالِ جبریل میں فرمایا تھا۔

کل اپنے مُریدوں سے کہا پیرِ مُغاں نے
قیمت میں یہ معنی ہے، درِ ناب سے دہ چند
زہر اب ہے اِس قوم کے حق میں مئے افرنگ
جس قوم کے بچے نہیں خود دار، وہنر مند(۵۰)

اللہ تعالیٰ ہمیں کمزور ومظلوم طبقے (بچوں) کے تمام جائز حقوق سمجھنے اور انہیں ادا کرنے اور اعانت کی توفیق عطا فرمائے۔آمین یارب العالمین۔

حوالہ جات:

۱: القرآن الکریم، سورۃ بنی اسرائیل:۳۱
۲: سراج الدین ندوی، ''بچوں کی تربیت کیسے کیسے کریں''، لاہور، دارالابلاغ پبلشرز، ص ۳۰۰، ۲۰۰۶
۳: بحوالہ مقالہ نگار: بشریٰ بیگم، ''اسلام میں بچوں کے حقوق وفرائض''، جامعہ کراچی، ص۱۶۵، ۲۰۰۶
۴: ہفت روزہ ''القلم پشاور''، ص۱۱، ۱۳ فروری ۲۰۱۴،

۵: القرآن الکریم، سورۃ القصص:۲۶

۶: بحوالہ مقالہ نگار: بشریٰ بیگم، ''اسلام میں بچوں کے حقوق وفرائض''، جامعہ کراتشی، ص۱۶۶، ۲۰۰۶

۷: الخطیب التبریزی، محمد بن عبداللہ، ''مشکوٰۃ المصابیح''، باب الاجازہ، لاہور، مکتبہ رحمانیہ، ج ۲، ص ۴۴، س ن

۸: روزنامہ جنگ کراچی، سنڈے میگزین، ص۱۰، ۲۳ مارچ، ۲۰۱۴

۹: خلیل، محمد اقبال، ''اسلام میں بچوں کے حقوق وتحفظ''، کراچی، اسلامی ریسرچ سنٹر، ص۶۹، ۲۰۱۱ء

۱۰: قاسمی، محمد نعمت اللہ، ''بچے حقوق واحکام''، کراچی، زمزم پبلشرز، ص۷۷، س ن

۱۱: بحوالہ مقالہ نگار ڈاکٹر محمد ارشد، ''مفتی محمد عاشق الٰہیؒ کی خدمات: اصلاحِ معاشرہ کے خصوصی حوالے سے''، ص۲۱۷، ۲۰۱۱

۱۲: انٹرویو: عبدالمجید (سابق ملازم) این جی اوز، ۱۰ جنوری ۲۰۱۴، بمقام: جامعہ کراچی

۱۳: روزنامہ جنگ کراچی، سنڈے میگزین، ص۱۰، ۲۳ مارچ، ۲۰۱۴

۱۴: مترجم: اُمید علی سید، فتاویٰ عالمگیری (اُردو)، کتاب الحجر، باب الفساد، لاہور، ادارہ نشریاتِ اسلام، ج ۲، ص ۶۰۵، س ن

۱۵: خالخطیب التبریزی، محمد بن عبداللہ، ''مشکوٰۃ المصابیح''، باب الاجازہ، لاہور، مکتبہ رحمانیہ، ج ۲، ص ۴۴، س ن

۱۶: روزنامہ اُمت کراچی، ۲۸ دسمبر، ۱۹۹۶

۱۷: روزنامہ جنگ کراچی، سنڈے میگزین، ص۱۰، ۲۳ فروری، ۲۰۱۴

۱۸: ایضاً

۱۹: www.unicef.org/cre/prcamble.htm

۲۰: روزنامہ جنگ کراچی، ص۶، ۶ مارچ، ۲۰۱۴

۲۱: روزنامہ جنگ کراچی، ص۲۰، ۶ مارچ، ۲۰۱۴

۲۲: روزنامہ اِسلام کراچی، ص۷، ۹ مارچ، ۲۰۱۴

۲۳: خلیل، محمد اقبال، ''اسلام میں بچوں کے حقوق وتحفظ''، کراچی، اسلامی ریسرچ سنٹر، ص۱۷۱، ۲۰۱۱

۲۴: ایضاً، ص ص ۱۷۲ تا ۱۷۴

۲۵: Employment of children act 1991 محولہ بالا، مقالہ نگار: ڈاکٹر بشریٰ بیگم

۲۶: constitution of pakistan #7 محولہ بالا

۲۷: مترجم: ارشاد حسن، جسٹس، ''اسلامی جمہوریہ پاکستان کا دستور''، وزارتِ عدل و پارلیمانی امور، ص ۲۰

۲۸: روزنامہ جنگ کراچی، سنڈے میگزین، ص۱۰، ۲۳ مارچ، ۲۰۱۴

۲۹: روز نامہ جنگ کراچی، ص۹، ۱۱ مارچ، ۲۰۱۴
۳۰: روز نامہ جنگ کراچی، سنڈے میگزین، ص۱۰، ۲۳ مارچ، ۲۰۱۴
۳۱: خلیل، محمد اقبال، ''اسلام میں بچوں کے حقوق وتحفظ''، کراچی، اسلامی ریسرچ سنٹر، ص ۴۷، ص ۴۸، ۲۰۱۱
۳۲: امام مالک بن انسؒ، ''موطا امام مالک'' باب الرفق بالمملوک، ص ۷۰۳
۳۳: مقدمہ: بحوالہ مقالہ نگار: ڈاکٹر بشریٰ بیگم، ''اسلام میں بچوں کے حقوق وفرائض'' محولہ بالا
۳۴: روز نامہ جنگ کراچی، (کالم نگار: مرزا اشتیاق بیگ)، ۱۶ فروری ۲۰۱۴
۳۵: محمد سعد اللہ، ''بنیادی ضروریاتِ زندگی اور اسلام''، لاہور، اقبال پبلشنگ کمپنی، ص ۳۴۸، ۱۹۹۹ء
۳۶: احمد بن ابی یعقوب، ''تاریخِ یعقوبی''، ج ۲، ص ۱۷، بحوالہ مقالہ نگار: ڈاکٹر عمران الحق کلیانوی، جامعہ کراچی
۳۷: روز نامہ اسلام کراچی، ص ۱۲ فروری، ۲۰۱۴
۳۸: القرآن الکریم، سورۃ الاحزاب: ۴، ۵
۳۹: خلیل، محمد اقبال، ''اسلام میں بچوں کے حقوق وتحفظ''، کراچی، اسلامی ریسرچ سنٹر، ص ۵۲، ۲۰۱۱
۴۰: روز نامہ جنگ کراچی، سنڈے میگزین، ص۱۰، ۲۳ فروری، ۲۰۱۴
۴۱: خلیل، محمد اقبال، ''اسلام میں بچوں کے حقوق وتحفظ''، کراچی، اسلامی ریسرچ سنٹر، ص۵۱، ۲۰۱۱ء
۴۲: روز نامہ جنگ کراچی، ص۱۰، ۱۸ مارچ، ۲۰۱۴ء
۴۳: خلیل، محمد اقبال، ''اسلام میں بچوں کے حقوق وتحفظ''، کراچی، اسلامی ریسرچ سنٹر، ص ۴۸، ۲۰۱۱ء
۴۴: روز نامہ جنگ کراچی، سنڈے میگزین، ص۱۰، ۲۳ فروری، ۲۰۱۴
۴۵: ایضاً
۴۶: خلیل، محمد اقبال، ''اسلام میں بچوں کے حقوق وتحفظ''، کراچی، اسلامی ریسرچ سنٹر، ص ۴۸، ۲۰۱۱ء
۴۷: maplecroft child labour index 2014.
۴۸: wwwhamariweb.com/articles
۴۹: روز نامہ جنگ کراچی، ص۱۱، ۱۸ مارچ، ۲۰۱۴
۵۰: صدیقی، کاشف حفیظ، ''سیکولر اور لبرل لابی کا نصابِ تعلیم پر کاری وار''، کراچی، اسلامک ریسرچ سنٹر، ص۹۸، ۲۰۱۲